81

پسنا نامی جہاز کے تختہ پر حضور کا خطبہ جمعہ

(فرمودہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

معمولی حالات کے ماتحت خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال رہے تو اور کوئی جمعہ ہندوستان کے باہر نہ آئے گا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ باوجودیکہ ہم بوجہ مسافر ہونے کے ظہر کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جمعہ کی نماز پڑھ لیں۔

انسانی زندگی کو اگر دیکھا جاوے تو اس میں دو کیفیتیں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ دونوں ہی اپنی ذات میں شدید ہوتی ہیں ایسی شدید کہ انسان سمجھتا ہے کہ ان کیفیات کا ہی ساری زندگی پر اثر ہے۔ لیکن دونوں حالتوں کا دوسرے وقت میں انسان اندازہ ہی نہیں کر سکتا کہ وہ پیدا ہی کیونکر ہو سکتی ہیں۔ وہ کیفیتیں کیا ہیں ایک یہ کہ جس وقت انسان کو کوئی معاملہ پیش آتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ جس رنگ میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے۔ ترقی کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو وہ تباہ ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ جب وہ بات ہو جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ معمولی بات تھی ہوتی تو کیا اور نہ ہوتی تو کیا؟ اگر جوش دکھالیا تو کیا نہ دکھاتا تو کچھ ہرج نہ تھا۔

یہ کیفیتیں دنیا کے ہر کام میں نظر آتی ہیں۔ ایک وقت ہوتا ہے۔ خاص رَو میں جذبات بہے چلے جاتے ہیں۔ اور جب وہ کام ہو چکتا ہے۔ تو دوسرا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ اس کا نام قوت فاعلی اور انفعالی رکھتے ہیں۔ اور مغربی لوگ اس کو ایکشن اور ری ایکشن کہتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ ایک شخص نقصان کرتا ہے۔ تو غصہ کے جذبات جوش میں آتے ہیں۔ اس وقت یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ناراض نہ ہوں تو کیا ہو لیکن جب وہ وقت گذر جاتا ہے تو دوسری کیفیت اپنا اثر شروع کرتی ہے۔ تب کہتا ہے کہ اگر میں خاموش رہتا تو کیا حرج تھا۔ جب ایکشن ہوتا ہے تو سمجھتا

ہے کہ یہ ضروری تھا۔ اور جب ری ایکشن ہوتا ہے تو اسے سمجھتا ہے کہ یہ ضروری تھا۔ انسان کی یہ نارمل حالت ہے۔ جب انسان ان کیفیات کی اس حالت میں سے گذرتا ہے تو موجودہ حالت اور مستقبل قریب کی حالت میں جوش نمو کام کرتا ہے۔ اور گذشتہ کے بھلانے کا جوش پیدا ہوتا رہتا ہے۔

پھر اس کے بعد غیر معمولی تغیرات کا سلسلہ چلتا ہے۔ ان میں سے پھر کبھی یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ قوت فاعلی ہی کا اثر چلا جاتا ہے اور انفعالی قوت آتی ہی نہیں۔ اور زمانہ قوت فاعلی کے اثرات کو مٹاتا نہیں۔ ری ایکشن کی حالت پیدا نہیں ہوتی تو دماغ کی حالت بیکار نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اپنی ہی قوتیں ٹکرا کر بیکار ہو جائیں گی۔

پھر ایک اور تغیر ہے۔ کہ قوت فاعلی حد سے نہیں گذرتی۔ موقعہ پر سختی کرتا اور ناراض ہوتا ہے۔ مگر موقعہ سے زیادہ نہیں بڑھتا۔ اس سے قوت فاعلی کا ذخیرہ کافی رہتا ہے۔ چونکہ عین محل پر غصہ اور عین موقعہ پر خوش ہوتا ہے اس لئے دونوں قوتیں زندہ رہتی ہیں نہ ضائع ہوتی ہیں اور نہ زنگ آلود ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قوت انفعالی کا حال ہے چونکہ شدید غصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے بھی افسوس کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں طاقتیں محفوظ رہتی ہیں۔ یہ بہت اعلیٰ درجہ کی بات ہے جو روحانی کہلاتی ہے۔ تو اب تین درجے ہوئے۔ ایک طبعی ایک حیوانی اور ایک روحانی۔ یہ ایک قانون ہے جس کو ہم دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور قانون ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو ایسا بنایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی دو صفتوں کے ماتحت چلتی ہے۔ اگر ایسی حالت نہ ہو۔ تو ان صفات کا انسان سے کوئی تعلق نہ رہے۔ وہ صفات قبض اور بسط کی ہیں۔ اور خدا کا نام القابض اور الباسط ہے۔ **یقبض و یبسط** اگر غور کریں۔ تو انسانی حالت ان ہر دو صفات کے ماتحت ہمیشہ جاری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور رونے لگا کہ یا رسول اللہ میں منافق ہو گیا آپ نے پوچھا کیوں۔ عرض کیا کہ جب میں آپ کی مجلس میں ہوتا ہوں۔ تو میری یہ حالت ہوتی ہے کہ جنت و نار میرے سامنے ہوتے ہیں۔ اور جب میں گھر جاتا ہوں تو یہ حالت جاتی رہتی ہے اور میں سب کچھ بھول جاتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو ایمان ہے۔[1]

ایمان ایسی حالت میں سے گذرتا ہے اور مومن کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔ یعنی اس پر قبض اور بسط کی حالت آتی رہتی ہے۔ ایک وقت اس پر ایسا آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ علم اور معرفت کو اس سے ایسے طور پر ہٹا لیتا ہے کہ اسے خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ آیا وہ مومن ہے یا نہیں۔ پھر ایک وقت

آتا ہے کہ وہ حالت جاتی رہتی ہے۔ اور پھر وہ معرفت اور بصیرت پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں انسان کی زندگی اور ترقی اور کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے کہ مختلف حالتیں اس پر وارد ہوتی رہیں۔ ایک وقت روحانی حالت کی ترقی اور درستی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو دوسرے وقت وہ حالت نہیں پاتا اور فکر کرتا ہے۔

جب وہ روحانی ترقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو بعض وقت سمجھتا ہے کہ کھانے پینے کے حوائج ضروریہ میں جو وقت خرچ ہوتا ہے۔ یہ بھی ضائع جاتا ہے۔ سارا وقت خدا ہی کے لئے لگانا چاہیئے۔ حالانکہ منشا الٰہی یہ ہے کہ دوسری طرف بھی لگانا چاہیئے۔ اگر وہ ان چیزوں کی طرف خدا کے لئے متوجہ ہوتا ہے تو وہ حالت بھی اس کی روحانی ہی ہو جاتی ہے۔ اور سب کچھ خدا کے لئے ہو جاتا ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ پر ایک حالت ایسی آتی ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ مجھ کو نہیں کہتا کہ اے عبدالقادر میری ذات کی قسم ہے کھا میں نہیں کھاتا۔ اور نہیں پیتا اور نہیں پہنتا۔ ۲؎ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں میں ایسے بزرگ کی نسبت یہ خیال نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی درست ہے۔ جو انہوں نے کہا ہے حقیقت میں یہ سوال و جواب شریعت کا ہے۔ ایک مومن قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ ایک مومن کا کھانا پینا او رپہننا سب اللہ ہی کے لئے اور اسی کے حکم سے ہے۔ اگر اس کا حکم نہ ہوتا تو ایک مومن کبھی نہ کھاتا اور نہ پیتا اور نہ پہنتا پس جب انسان الٰہی شریعت کے اس طرح پر تابع ہو جاتا ہے اور اپنی مرضی اور خواہش کو درمیان سے نکال کر خدا تعالیٰ کی مرضی اور رضا کو مقدم کرلیتا ہے۔ تو اسے اللہ کے حکم کے سوا کسی کام کے کرنے سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر جو کچھ وہ کرتا ہے۔ وہ اللہ ہی کے حکم کی تعمیل ارشاد ہوتی ہے۔ یہ حالت ہر شخص پر خواہ وہ نبی ہو یا عام آدمی آتی ہے۔ پھر ایک اور روحانی قانون جاری ہے کہ قبض اور بسط سے مختلف نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی قبض سے قبض اور بسط سے بسط پیدا ہوتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را ایک شخص جو خود ایک زبردست قبض کی حالت میں مبتلا ہے۔ وہ ایک مجلس میں چلا جاوے۔ تو اس کی قبض کا اثر دوسروں پر بھی نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اور وہ افسردہ خاطر ہو جاتے ہیں اور ایک شخص جو بسط کی زبردست حالت میں ہے۔ اس کی مجلس میں اگر غم وہم میں مبتلا شخص بھی چلا جاوے۔ تو رفتہ رفتہ اس کی وہ حالت قبض بسط اور انشراح صدر سے تبدیل ہو جائے گی۔ اس کے لئے اجتماع تخیل کی ضرورت ہے۔ زبردست انسان ایسی حالتیں پیدا کر دیتے

ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے نبیوں اور ماموروں کی صحبت میں یہ نظارے عام طور پر نظر آتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں میں بھی۔

ایک شخص سخت غصہ کی حالت میں کسی مجلس میں آ جاوے اور اس غصہ کا اظہار اس کے چہرہ اور زبان سے ہو رہا ہو دو چار گالیاں بھی سناوے تھوڑی ہی دیر میں سب کی حالت بدل جائے گی۔ اور منغص ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ خوش ہے اور ہنستا ہوا آتا ہے۔ تو اس کے اثر سے باقی بھی خواہ کیسے ہی افسردہ خاطر ہوں۔ ہنسنے لگ جائیں گے۔ یہ عام مشاہدات ہیں۔ جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

پھر ایک تیسرا قانون ہے کہ جب ایک جماعت اکٹھی ہو۔ اور اس کو مل کو رات دن رہنا پڑے۔ تو مختلف حالتیں پیدا ہو کر ایک رنگ ان میں پیدا کرتی رہتی ہیں۔ گویا ایسی حالت ہے کہ ایک دوسرے سے باندھ دیا ہے۔ کبھی فاعلی اور انفعالی قوتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ کبھی قبض اور بسط کے اثرات نمودار ہیں۔ رات دن اکٹھے رہتے ہیں۔ اور ان حالتوں میں سے یکساں گذرتے ہیں۔ گویا ان کو باہم باندھ دیا ہے۔ اس مذکورہ تقسیم کے لحاظ سے یہ ۶ قسم کی حالتیں ہو جاتی ہیں۔ چونکہ وہ سب اکٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی قدرتی بات ہے کہ ایسی جگہ باہم اختلاف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تنازعہ بھی ہو جاتا ہے اور پھر اس سے تنافر اور تحاسد بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس طبعی قانون سے ہم الگ نہیں ہو سکتے۔

ہم سب ایک لمبے سفر میں ساتھ رہے ہیں۔ اور وہ دن خدا کے فضل سے ختم ہو رہے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ لوگ جن کو باہم اکٹھا رہنا پڑتا ہے۔ ان میں سے بعض میں قبض اور بعض میں بسط کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک رفیق میں قبض یا بسط ہے۔ تو دوسروں کا اس سے متاثر ہونا ضروری ہے۔ یہ طبعی قانون ہے نبی نہیں بچ سکتے۔ تو اور کی کیا ہستی ہے۔ اور پھر اگر اختلاف ہو اور مختلف خیال ہوں۔ تو ایک مشرق کو اپنے خیالات کی رو میں جا رہا ہو گا۔ تو دوسرا مغرب کو اس سے لازماً اثر پڑ کر اختلاف پیدا ہو گا۔ پس اس کے دور کرنے کے لئے لفظوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ قلبی خیالات سے ہی اصلاح ہو گی۔

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ فاعلی اور انفعالی قوتیں اپنا کام کرتی ہیں۔ اب اگر وہ طبعی نہیں ہیں۔ تو حیوانی رنگ میں نقصان رساں ہوں گی۔ اور لازماً نتیجہ خطرناک ہو گا اور اس صورت میں یہ خطرہ ہر وقت سامنے ہے کہ طبعی حالت کا حیوانی حالت سے ٹکراؤ ہو جاوے۔ اور اس سے پھر یہ نتیجہ پیدا ہو گا کہ وہ ان جھگڑوں کو ہمیشہ اپنے دل میں یاد رکھے۔ جس سے اس کا دل اور دماغ

دونوں خراب ہو کر اس کی اخلاقی اور روحانی حالت تباہ ہو جائے گی۔ اور نہ صرف اس کی بلکہ اپنے متعدی اثر کی وجہ سے وہ سوسائٹی کو بھی خراب کر دے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے دل میں جگہ نہیں دیتا۔ اور حیوانی جذبات سے نکل کر وہ روحانی حالت میں چلا گیا ہے۔ تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو تیل مل کر پانی میں غوطہ مارتا ہے۔ جب یہ اس میں سے باہر آتا ہے۔ تو پانی اس کے جسم پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اور فوراً جسم خشک ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں بھی قبض اور بسط کی حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ دوسروں کے اثرات بھی پڑتے ہیں۔ مگر وہ ان کے برے اثرات سے صاف نکل آتا ہے۔ چونکہ یہ سفر ختم ہونے والا ہے۔ اس لئے ہم اس گذرے زمانہ میں طبعی قوانین سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لئے میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ان تین حالتوں میں کامل مومنوں کی حالت پیدا کرنے کی کوشش کرو اور کم از کم طبعی حالت پیدا ہو کر نسیانی کیفیت پیدا ہو جاوے یعنی اگر خود کوئی ایسی بات کی ہے۔ جو دوسروں پر برا اثر ڈال سکتی ہے۔ تو حالت انفعالی پیدا کرو۔ اور اس انفعال سے پھر نسیان پیدا کر کے اس کو اپنے دل سے محو کر دو۔ اگر ایسا کرو گے تو یہ جذبات حیوانی رنگ پیدا نہ کریں گے۔ اور خوشی کا موجب ہوں گے۔

میں نے اسی غرض سے تم کو اکٹھا کیا تھا کہ یہ نصیحت کر دی جاوے۔ اور جمعہ بھی پڑھ لیا جاوے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کے نیک نتائج سے ہم کو بہرہ مند کرے اور اس کے برے نتائج سے محفوظ رکھے۔ آمین

پھر دوسرے خطبہ میں فرمایا جب ہم اس سفر کے لئے چلے تھے۔ تو ہمارے احساسات اور تھے۔ میرے اور تھے اور تمہارے اور میرے احساسات تو اسی حد تک تھے کہ تبلیغ کے آئندہ نظام کے لئے میرا خود حالات کو دیکھنا ضروری ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ تھے کہ وہاں جاتے ہی لوگ سب کے سب مسلمان ہو جائیں گے یا کیا ہو گا۔

بہر حال مختلف احساسات تھے۔ کسی کا یہ بھی خیال ہو گا کہ انگلستان میں قدم رکھتے ہی سارا انگلستان مسلمان ہو جائے گا مگر جس خیال اور ارادہ کو لے کر ہم آئے تھے۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اور ان حالات کو جو پیش آئے دیکھتے ہوئے میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ ہر ملک میں جہاں ہم گئے ہیں جو کامیابیاں ہوئی ہیں۔ اور جس طرح پر خدا تعالیٰ نے ہماری تائید کی ہے۔ یہ ہمارے وہم و قیاس اور خیال سے بہت ہی بالا تھی۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ اسے ہمارے قیاس سے نسبت ہی نہیں۔ اس لئے وہ ہمارے کام کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ محض اس کا فضل ہے انسان

جب سمجھتا ہے۔ کہ ایسا ہو گا اور اس سے کچھ بڑھ کر ہو تو وہ کہتا ہے کہ یہ فضل ہے۔ لیکن جہاں جو کچھ ہوا ہو۔ وہ خیال سے بالاتر ہی ہو اور ہماری کوشش کے مقابلہ میں سینکڑوں گنا نتیجہ ظاہر ہو۔ تو کون ہے۔ جو یہ اقرار نہ کرے گا کہ یہ محض خدا کا فضل اور اس کے رحم کے برکات ہیں اگر ایک شخص بھی ہمارے پاس نہ آتا۔ ایک بھی ہمارا لیکچر نہ ہوتا تو میرے لئے یہ ایک معمولی امر ہوتا۔ کیونکہ میں تو اس امید اس خیال اور غرض سے نکلا ہی نہ تھا۔ میری غرض تو وہی تھی کہ خود جا کر حالات کا معائنہ کروں۔ پس میرے لئے جو کچھ ہے وہ تو سرا سر اس کا رحم اور فضل ہی ہے۔ اور اگر تم میں سے کسی کو یہ خیال تھا۔ تو اس کی امید اور خیال سے بھی بہت بڑھ کر خدا نے فضل کیا ہے۔ اور یہ اس کا محض احسان اور کرم ہے ایسی حالت میں مومن کا فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرے۔ یہ شکر اس کے انعام کو بڑھائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ان شکرتم لازیدنکم وان کفرتم ان عذابی لشدید** (ابراہیم ۸) میری نعمت کا اگر تم شکر کرو گے۔ تو ضرور ضرور ہم ان انعامات کو بڑھائیں گے۔ اور اگر تم شکر نہ کرو اور قدر نہ کرو۔ تو پھر یاد رکھو کہ یہی نہیں کہ وہ انعام چھن جائے گا بلکہ عذاب ہو گا۔ اس سے بڑھ کر واپس دینا پڑے گا پس ضروری ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے ان انعامات پر اس کے بہت ہی شکر گذار ہوں۔ اور اس شکر گذاری کو اپنے اعمال سے ثابت کر کے دکھائیں۔

دیکھو اتنے قلیل عرصہ میں کہ خواب کی طرح گذر گیا۔ اس نے کس قدر فضل اور کرم ہم پر کیا ہے۔ جو کامیابی ہوئی ہے اور جس رنگ میں ہوئی ہمارے وہم و خیال میں بھی نہ تھی۔ اور نہ ہمارے پاس اس کے اسباب تھے۔ مگر اس نے آپ ہی اسباب پیدا کئے۔ اور آپ ہی ان فضلوں سے ہم پر احسان کیا۔ پس ان انعامات کو قدر اور شکر کی نظر سے دیکھو۔ تا کہ اس کے فضلوں کے اور دروازے تم پر کھلیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناقدری کر بیٹھو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم میں شکر گذاری کی روح نفخ کرے۔ اور ہم کو توفیق دے کہ اس کے شکر گذار بندے بن جاویں۔ آمین۔

(الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۲۴)